Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

TITLE OF THE PAPER

Rasheed Hasan Khan: The Tradition of Research and Textual Editing, and an Analytical Study of Zaban aur Qawaid

رشید حسن خاں: تحقیق و تدوین کی روایت اور زبان اور قواعد کا تجزیاتی مطالعہ

AUTHOR

Sayyada Sabiha Naz
PhD Scholar, Department of Urdu
Minhaj University, Lahore

ABSTRACT

Rasheed Hasan Khan (1925–2006) occupies a central position in Urdu scholarship for his rigorous approach to research (tahqeeq) and textual editing (tadween). This article examines his scholarly temperament and methodological contribution with particular reference to his influential work Zaban aur Qawaid, a collection of essays addressing core issues of Urdu usage, orthography, pronunciation, lexicography, and grammatical convention. The study highlights how Khan transforms complex linguistic questions into accessible arguments through careful citation, comparative consultation of dictionaries, and close reading of classical poetic and prose sources. Special attention is given to his critical engagement with prescriptive claims about "correct" forms, especially in cases where Arabic–Persian norms intersect with Urdu's historical and evolutionary language practices. By analyzing selected discussions—such as the standardization of pronunciation and spelling, the evaluation of contested lexical forms, and the treatment of shared-gender (mushtarak) words—this article demonstrates that Khan's approach is neither merely conservative nor casually permissive; rather, it is a principled, evidence-based model that privileges actual Urdu literary usage while remaining alert to etymology and linguistic structure. The paper concludes that Zaban aur Qawaid represents an enduring scholarly framework for balancing norm, usage, and linguistic change, and it continues to inform contemporary debates on Urdu standardization, dictionary-making, and editorial practice.

KEY WORDS

Rasheed Hasan; Urdu linguistics, Zaban aur Qawaid; Urdu orthography, Pronunciation, Lexicography

JOURNAL PROFILE

Noor-e-Tahqeeq is a quarterly, HEC "Y" Category research journal of Lahore Garrison University, publishing peer-reviewed studies in Urdu language and literature since 2017. It provides a credible platform for original research and contemporary criticism.

CONTACT

Dr Muhammad Haroon Qadir
Editor, Noor e Tahqeeq
Department of Urdu
Lahore Garrison University, Lahore 0303-3330345

Email

lgunt@lgu.edu.pk

Website

https://ojs.lgu.edu.pk/nooretahqeeq

ISSUE DETAILS

Volume 9, No 04
Oct to Dec 2025
Page No: - 89-105

DOI

https://doi.org/10.54692/nooretahqeeq.2025.090419

HISTORY OF THE PAPER

Received on: Oct 15, 2025
Accepted on: Nov12, 2025
Published on: Dec 31, 2025

PUBLISHED BY

Department of Urdu,
Lahore Garrison University
DHA Phase 6, Sector C,
Avenue 4, Lahore

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

رشید حسن خاں: تحقیق و تدوین کی روایت اور زبان اور قواعد کا تجزیاتی مطالعہ

اردو زبان میں تحقیق و تدوین کے میدان میں رشید حسن خاں کو ایک نہایت معتبر، مستند اور باوقار علمی حوالہ کی حیثیت حاصل ہے۔ ان کی خدمات نے اردو تحقیق، لسانیات اور تدوینی روایت کو ایک منظم، اصولی اور تنقیدی جہت عطا کی۔ رشید حسن خاں دسمبر ۱۹۲۵ء میں ضلع شاہجہان پور (اترپردیش) کے ایک غریب مگر دینی پس منظر رکھنے والے گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد امیر حسن خاں محکمۂ پولیس میں سب انسپکٹر کے منصب پر فائز تھے، تاہم تحریکِ عدم تعاون کے زمانے میں انھوں نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا، جس کے نتیجے میں خاندان کو شدید معاشی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ نسلی اعتبار سے ان کا تعلق یوپی کے پٹھانوں کے یوسف زئی قبیلے سے تھا۔ ان کی ابتدائی تعلیم مدرسہ بحر العلوم، شاہجہان پور میں ہوئی، جہاں انھوں نے عربی، فارسی اور قرآنِ پاک کی تعلیم حاصل کی۔ درسِ نظامی کی تکمیل ان کا بنیادی علمی نصب العین تھی، مگر معاشی تقاضوں نے اس تعلیمی سفر کو جاری رکھنے کی اجازت نہ دی۔ محض چودہ برس کی عمر میں انھیں ایک مقامی فیکٹری میں بطور مزدور ملازمت اختیار کرنا پڑی۔ اگرچہ وقت کے ساتھ ان کی ملازمت کی نوعیت بدلتی رہی، تاہم مطالعہ اور کتاب بینی سے ان کی وابستگی کبھی کم نہ ہوئی، بلکہ یہی شغف ان کے علمی مزاج کی تشکیل کا بنیادی محرک بنا۔

ستائیس (۲۷) برس کی عمر میں ایک مقامی ہائر سیکنڈری اسکول میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۱ء میں دوستوں کے اصرار پر انھوں نے دہلی کا رخ کیا، جہاں ان کا شوقِ علم انھیں دہلی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو تک لے آیا۔ یہی وہ مرحلہ تھا جہاں ان کی فکری اور تحقیقی صلاحیتوں کو منظم علمی فضا میسر آئی۔ مزاجاً وہ اصول پسند، صاف گو اور خوددار انسان تھے۔ نمود و نمائش اور شہرت سے گریزاں رہتے تھے، تاہم کھیلوں ـــ بالخصوص باکسنگ ـــ سے خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ ان کی شادی ۱۹۴۳ء میں نفیس بیگم سے ہوئی۔

تحقیق اور تدوین کے میدان میں رشید حسن خاں کا امتیاز یہ ہے کہ وہ نہایت پیچیدہ اور دقیق علمی مسائل کو بھی سادہ، واضح اور قابلِ فہم انداز میں پیش کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے تھے۔ ان کی تحریریں محض معلومات کی ترسیل تک محدود نہیں رہتیں، بلکہ قاری کو تحقیق کے اصول، استدلال کی روش اور علمی احتیاط سے بھی روشناس کراتی ہیں۔ ان کا انتقال ۲۰۰۶ء میں ہوا۔ افسوس کہ ان کے بعض اہم علمی، تحقیقی اور تدوینی منصوبے پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکے، تاہم ان کی تصانیف و تالیفات ان کے علمی وجود کی مستحکم اور زندہ شہادت فراہم کرتی ہیں۔ ان کے علمی، تحقیقی اور تدوینی کارناموں کی فہرست نہایت طویل ہے۔ ان کی کتب کو مجموعی طور پر دو بنیادی زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: (۱) تدوین شدہ کتب۔ (۲) تصنیف کردہ کتب

ان کی نمایاں تصانیف و تدوینات میں درج ذیل کتب شامل ہیں: زبان اور قواعد، اردو املا، ادبی تحقیق، اردو کیسے لکھیں، عبارت کیسے لکھیں، انشا و تلفظ، مسائل اور تجزیہ، تلاش و تعبیر، گزشتہ لکھنؤ، فسانۂ عجائب، باغ و بہار، مقدمہ شعر و شاعری، انشائے غالب، املائے غالب،

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

انتخاب سودا، انتخاب تاریخ، حیاتِ سعدی، دہلی کی آخری شمع، مثنوی سحر البیان، زٹل نامہ، مصطلاحاتِ ٹھگی، کلاسیکی ادب کی فرہنگ اور گنجینۂ معنی کا طلسم۔

زبان اور قواعد: تجزیاتی مطالعہ

زبان اور قواعد دراصل رشید حسن خاں کے اُن تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے جو انھوں نے مختلف اوقات میں اردو زبان کے قواعد، املا اور بنیادی لسانی مسائل کے حوالے سے تحریر کیے۔ ان مضامین کو بعد ازاں از سرِ نو نظرِ ثانی کے بعد فکشن ہاؤس نے شائع کیا، جس کی تدوینی ذمہ داری ظہور احمد خاں نے انجام دی۔ اس مجموعے میں صحتِ الفاظ، مشترک الفاظ، لغت اور استعمالِ عام، ملائی / بالائی کا مسئلہ، ترکیبِ مہند، سکوتِ حروفِ علت، اعلانِ نون، مختاراتِ امیر مینائی اور بحر البیان جیسے متنوع اور اہم موضوعات پر مدلل اور تنقیدی مباحث شامل ہیں، جو مضامین کی صورت میں منظم انداز سے پیش کیے گئے ہیں۔

اردو زبان کی تشکیل اور ارتقا ایک تدریجی اور فطری لسانی عمل کا نتیجہ ہے، جس کے تحت اس زبان نے مختلف ادوار میں دیگر زبانوں کے الفاظ کو قبول کیا، ان میں تصرفات کیے اور انھیں اپنی ساخت و مزاج کے مطابق ہم آہنگ کیا۔ زبان اور قواعد اسی ارتقائی عمل کو مرکزِ توجہ بناتے ہوئے اردو کے اُن قواعد اور اصولوں پر روشنی ڈالتی ہے جو فارسی، عربی، ہندی، ترکی، انگریزی اور دیگر زبانوں کے اثرات کے نتیجے میں تشکیل پاتے ہیں۔ اس تناظر میں کتاب نہ صرف الفاظ کے قبول و رد کے اصولوں کو واضح کرتی ہے، بلکہ مقامی اور غیر مقامی لسانی عناصر کے ساتھ اردو کے رویّے کو بھی تحقیقی بنیادوں پر سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ کتاب کے آغاز میں رشید حسن خاں کا ایک فکری بیان قاری کی قرأت کو مہمیز دیتا ہے اور ابتدا ہی میں اس امر کی نشان دہی کر دیتا ہے کہ زیرِ بحث مسائل محض قواعدی نہیں، بلکہ زبان کی تہذیبی، تاریخی اور استعمالی جہات سے گہرے طور پر وابستہ ہیں۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

> ”اگر کوئی شخص یہ کہے کہ عربی و فارسی الفاظ کا تلفظ بس اسی طرح سے ہونا چاہیے جس طرح ان زبانوں میں محفوظ ہے تو یا تو یہ کہا جائے گا، یا کہا جانا چاہیے، کہ یہ شخص اردو کو کوئی مستقل زبان نہیں سمجھتا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ تلفظ کے وہ سارے تغیرات لازماً قابلِ قبول ہیں جو کسی بھی شخص کی گفتگو میں نمایاں ہوں، تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس شخص کو زبان کے اعتبار اور لغت کے اسناد کے مسائل سے دل چسپی نہیں۔“(۱)

صحتِ الفاظ سے مراد الفاظ کے صحیح معنی، درست تلفظ اور مناسب استعمال کا تعین ہے۔ رشید حسن خاں نے اس موضوع کو محض لغوی توضیح تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اسے اردو لسانیات کا ایک سنجیدہ اور بنیادی تحقیقی مسئلہ قرار دے کر زیرِ بحث لایا ہے۔ ان کی تحریر اس امر کی واضح مثال ہے کہ صحتِ الفاظ کا سوال دراصل زبان کے معیاری استعمال، تاریخی تسلسل اور لسانی شعور سے براہِ راست وابستہ ہے۔ اس

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

تناظر میں پیش کی گئی بحث نہ صرف مدلل ہے بلکہ اردو تحقیق میں اس موضوع کو ایک مضبوط علمی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ اردو لغات کے مرتبین، ان کی علمی بصیرت، مختلف زبانوں میں الفاظ کے استعمال اور اردو کے لسانی رویّے سے متعلق اختلافی زاویۂ نظر کو متعدد محققین کی آراء کی روشنی میں پرکھا گیا ہے۔ زبان کی اصلاح، بالخصوص تلفظ اور املا کے حوالے سے، جس منہج تحقیق کو اختیار کیا گیا ہے، وہ رشید حسن خاں کے عمیق لسانی شعور اور تحقیقی دیانت کو نمایاں کرتا ہے۔ اس تجزیے کے ذریعے اردو زبان کے معیاری استعمال سے متعلق کئی ایسے سوالات سامنے آتے ہیں جو سنجیدہ قاری کو نئے فکری امکانات کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

اس بحث کے پس منظر میں دراصل وہی عملی اُلجھنیں اور فکری سوالات کارفرما ہیں جن سے اردو کا ہر سنجیدہ قاری اور لکھنے والا دوچار ہوتا ہے۔ رشید حسن خاں نے اردو میں ایک جامع اور مستند لغت کی کمی کو شدت سے محسوس کیا اور ساتھ ہی مروج لغات میں موجود خامیوں، کوتاہیوں اور فکری کمزوریوں کی نشان دہی بھی کی۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے نوراللغات اور فرہنگِ آصفیہ کے اندراجات کو تقابلی بنیاد پر پیش کیا اور ہر لفظ کے ذیل میں ان سے استدلال کیا ہے۔ اردو زبان اور مروج الفاظ کے استعمال کے سلسلے میں انھوں نے سید سلیمان ندوی، مولانا حالی، سید انشاء اور بابائے اردو مولوی عبدالحق کی آراء کو بطور علمی حوالہ سامنے رکھا ہے۔ بالخصوص سید انشاء کے اس تصور کی بھرپور تائید کی گئی ہے کہ جو لفظ اردو کے استعمال میں آجائے، وہ اردو ہی کا حصہ شمار ہوتا ہے۔ یہ موقف رشید حسن خاں کے اس بنیادی اصول کی وضاحت کرتا ہے کہ زبان کی صحت کا معیار محض اشتقاق نہیں، بلکہ مستند ادبی اور عوامی استعمال ہے۔

اردو میں دوسری زبانوں سے داخل ہونے والے الفاظ کے تلفظ اور مفاہیم کے باب میں مولانا سید مختار احمد اور مولانا ذہین کی مرتب کردہ لغت قاموس الاغلاط کو بطور مطالعۂ مثال (case study) اختیار کیا گیا ہے۔ اس انتخاب کے ذریعے سخت گیر لسانی رویّوں اور غیر لچک دار اصولوں کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے، جو صحتِ الفاظ کے تعین میں بعض اوقات غیر ضروری پیچیدگیاں پیدا کرتے ہیں۔ مؤلفینِ قاموس لکھتے ہیں:

> ”اس لغت میں الفاظ کی اصلیت کے اظہار میں تمام مرتقی زندہ و مردہ انسنہ عالم، خصوصاً ساقی و آری زبانوں کے الفاظ کا تقابل، تماثل وافق کیا گیا ہے اور الفاظ کا تولد تدریجی ارتقا، تنزل رواجِ عام کو مشاہیر ادب و شعرا کے نظم و نثر پر محققانہ نقد کر کے صدہا اغلاط و تسامحات بتائے گئے ہیں۔ عربی و فارسی و اردو علم و ادب کے وسیع وغائر مطالعہ و تخطیط لسانی کے بعد جدید فلاحی (فلسفہ ولغویہ) کے اصول کے موافق مدون کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں ہر لفظ کی لسانی تصریح، تجزیاتی کلام اعراب و تشکیل، سکون و حرکت کے بعد اس کی اصل، مادہ، ماخذ، اشتقاق، تحلیل و ترکیب، اسما کی صورت میں تذکیر و تانیث اور واحد و جمع شرط وبسط کے ساتھ بتائی گئی ہے۔ مصطلحاتِ علمیہ ادبیہ واصطناعیہ کی تعریفات صحیح اور موجز ہیں۔“(۲)

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

لغت کو حروفِ تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے اور اعراب الفاظ کی ادائیگی میں معاونت کے لیے لگائے گئے ہیں۔ تاہم رشید حسن خاں اس کتاب کے بعض دعووں کو محلِ نظر قرار دیتے ہیں۔ وہ قاموس الاغلاط کی دو بنیادی خامیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایک تو یہ کہ عربی کے جن الفاظ میں فارسی تصرف ہو چکا ہے، انھیں بھی غلط الفاظ کی فہرست میں شامل کر لیا گیا ہے، حالاں کہ اساتذۂ اردو کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جو لفظ مفرس ہو کر ہم تک پہنچا ہے، وہ بالکل صحیح ہے۔ یہ دراصل نگاہِ تحقیق کا قصور ہے کہ وہ تصرفات تک نہیں پہنچ سکی۔ اسی طرح جو الفاظ فارسی و عربی یا ان زبانوں کے قواعد کے قیاس پر بن گئے ہیں اور مستعمل ہیں، وہ بالکل صحیح ہیں اور یہ علم اللسان کے مسلمات میں سے ہیں، مگر مؤلفینِ قاموس نے (بعض اور حضرات کی طرح) ایسے بیشتر الفاظ سے زبان و قلم کو آلودہ نہ کرنے کی ہدایت کی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ عربی و فارسی کے جو الفاظ اب اردو میں اختلافِ حرکات کے ساتھ مستعمل ہیں، مؤلفین نے ایسے بیشتر الفاظ کو اصل حرکات کے موافق بولنے کی تاکید کی ہے، حالاں کہ ایسے بہت سے الفاظ ہیں کہ اگر انھیں اصل زبانوں کے مطابق استعمال کیا جائے تو اجنبیت کا شدید احساس ہو گا بلکہ یوں محسوس ہو گا کہ بولنے والا تازہ وارد ہے۔"(۳)

رشید حسن خاں نے قاموس الاغلاط میں درج الفاظ میں سے ۱۵۴ مثالوں کو باقاعدہ انتخاب کر کے ان کے املا اور تلفظ سے متعلق اختلافات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور ہر مقام پر دلائل کے ساتھ اپنی محققانہ رائے قائم کی ہے۔ اس تجزیے میں انھوں نے محض ایک لغت پر اعتماد نہیں کیا، بلکہ متعدد معتبر لغات و مصادر کو تقابلی بنیاد پر سامنے رکھا۔ چنانچہ فرہنگِ آصفیہ، نوراللغات، سرمایۂ زبانِ اردو کے علاوہ فیلن، پلیٹس، فوربس، اسٹینگاس اور شیکسپیئر جیسے لغوی مراجع سے بھی استفادہ کرتے ہوئے لغوی شواہد کا باہمی موازنہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں صحتِ الفاظ کے موضوع پر سو سے زائد صفحات پر مشتمل ایک جامع بحث سامنے آتی ہے، جس میں منتخب الفاظ کے ذریعے بعض رائج مگر غیر محققانہ زاویۂ نظر کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔

الفاظ کی بناوٹ اور تلفظ کے مباحث کو مضبوط بنانے کے لیے رشید حسن خاں نے کلاسیکی نظم و نثر کے متون، اساتذۂ اردو کے مکاتیب اور متعدد ادبی رسائل سے شواہد فراہم کیے ہیں۔ خصوصاً جہاں کسی لفظ کے استعمال یا تلفظ میں اختلاف سامنے آتا ہے، وہاں اساتذہ کے اشعار اور مستند متنی قرائن کو بطور دلیل بروئے کار لا کر یہ واضح کیا گیا ہے کہ صحتِ الفاظ کا تعین محض قیاس پر نہیں، بلکہ مستند استعمال، متنی شہادت اور لسانی قرائن کی روشنی میں ہونا چاہیے۔ اسی نوعیت کی بحث کی توضیح کے لیے لفظ "متلاشی" کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔ علمی اردو میں یہ لفظ عموماً بطور اسمِ فاعل، یعنی "تلاش کرنے والا" کے معنی میں مستعمل ہے۔ تاہم قاموس الاغلاط کے مؤلفین نے اس استعمال کو قابلِ

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

اعتراض قرار دیا ہے۔ رشید حسن خاں نے اس موقف کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے سب سے پہلے مؤلفین کی رائے نقل کی ہے، تا کہ بعد ازاں دلائل اور شواہد کی بنیاد پر اس کی درستی / نادُرستی پر گفتگو کی جا سکے:

"مُتلاشی اصل میں 'تلاش' ترکی لفظ ہے جو فارسی اور اردو میں مستعمل ہے۔ اس سے اہلِ اردو نے بطور عربی "متلاشی" (بمعنی تلاش کنندہ) اسمِ فاعل بنالیا ہے، جو غلطِ محض ہے۔ عربی میں "تلاشی" نیست و نابود ہونا، فنا ہونا، ہلاک ہونا کے معنی میں آتا ہے، لہٰذا "متلاشی" فانی کے معنی میں مستعمل ہے۔"(۴)

اب دیکھیے، رشید حسن خاں اپنی تحقیق و تفتیش کے دوران، مضمون "صحتِ الفاظ" میں کیا لکھتے ہیں۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

"صاحبِ آصفیہ کی بھی یہی رائے ہے۔ یہ لفظ ترکی "تلاش" سے ان لوگوں نے ـــ جن کو عربی و ترکی کی تمیز نہیں بنالیا ہے، جو سراسر غلط ہے۔ مولانا عبد الباری نے بھی ایک جگہ یہی رائے ظاہر کی ہے اور جو "تلاش" کے معنی پر 'متلاشی' استعمال کرتے ہیں، وہ غلط ہے۔"(۵)

رشید حسن خاں کے مطابق فارسی میں متلاشی "پریشان، خراب اور معدوم" کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ اس ضمن میں وہ غیاث اللغات کا حوالہ دیتے ہیں۔ سلیمان حیم نے اپنی لغت میں بطور مثال یہ فقرہ درج کیا ہے "جسد چند روز متلاشی شد"۔ اس معنی میں ایک شعری مثال ملاحظہ ہو:

ہوا میں جیسے دھواں دم میں ہوئے ہے ناچیز
ہوں اس طرح متلاشی سپہر کے اجرام(۶)

رشید حسن خاں کا موقف یہ ہے کہ اردو میں متلاشی اب اُس معنی میں استعمال نہیں ہوتا جس معنی میں یہ فارسی میں آیا تھا۔ وہ مانتے ہیں کہ فارسی میں یہ "تلاش کرنے والے" کے معنی میں نہیں آیا، بلکہ وہاں مراد "تلاشی / پریشانی" ہے؛ مگر اردو میں متلاشی "تلاش کرنے والے" کے لیے رائج ہو چکا ہے۔ رشید حسن خاں اسے اردو کا اضافہ قرار دیتے ہیں اور متعدد شعری شواہد پیش کرتے ہیں:

شب کو خیال رہتا ہے اک رشکِ حور کا
ظلمت میں دل میرا متلاشی ہے نور کا(۷)

ایک دوسری مثال "ذہانت" کے حوالے سے ہے۔ مؤلفینِ قاموس لکھتے ہیں:

"عربی میں نہیں آیا ہے، شام و مصر کے مجلات و مقالات میں پایا جاتا ہے، لہٰذا اس کی جگہ "ذہین" کہنا چاہیے۔"(۸)

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

اب رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

"ذہانت میں لفظ چوں کہ عربی کے کسی لغت میں نہیں پایا جاتا، اس لیے مؤلفینِ قاموس نے اس کو ترک کرنے کی فرمائش کی ہے۔ کیسا اچھا اور جامع لفظ ہے اور اس کو گردن زدنی قرار دیا گیا ہے۔ مولانا نظم طباطبائی نے بھی اپنے مقالے 'ادب الکاتب والشاعر' میں ذہانت کا شمار ان الفاظ میں کیا ہے جن سے دامن بچانا واجب ہے۔ آصفیہ میں یہ لفظ موجود نہیں۔ فیلن پلیٹس نے بھی اس کو شاملِ لغت نہیں کیا ہے۔ نور میں یہ لفظ موجود ہے لیکن اسناد مذکور نہیں۔"(۹)

میری رائے میں زبان کی کاٹ چھانٹ اور لفظوں کی نشست و برخاست ایک ارتقائی عمل ہے۔ لہجے اور الفاظ عہد بہ عہد موسم زدگی سے گزرتے ہیں۔ زبان میں مستقل جگہ وہی الفاظ پاتے ہیں جو لسانی اعتبار سے مضبوط ہو جائیں اور اساتذہ انھیں اپنے استعمال سے "قلم کی طاقت" عطا کر دیں ــــ پھر وہ زبان زدعام ہو جاتے ہیں۔ اسی بنا پر یہ مضمون تحقیقی طور پر ایک زندہ مضمون ہے۔

مشترک عربی لفظ ہے۔ ریختہ کے مطابق "مشترک" کے معنی ہیں: "اشتراک کیا گیا؛ ایسی چیز جس میں دو یا اس سے زیادہ شریک ہوں؛ ایسا لفظ جس کے کئی معنی ہوں۔" اسلام ان سائیٹ کے مطابق اصولِ فقہ کی اصطلاح میں:

"اصول فقہ کی اصلاح میں مشترک وہ لفظ ہے جو دو یا اس سے زیادہ معانی کے لیے الگ الگ وضع کیا گیا ہو، مثلاً 'ذکر' بھی ایک مشترک لفظ ہے جس کے معانی دل کا ذکر (ضد: بھولنا) اور زبان کا ذکر (ضد: خاموش رہنا) ہیں۔ اس معنی کی وضاحت کے لیے ضروری ہے کہ ہم غور کریں کہ کون سا معنی مراد ہے اور جب ایک معنی متعین ہو جائے تو اسی پر عمل کیا جائے۔"(۱۰)

آزاد دائرۃ المعارف (ویکیپیڈیا) کے مطابق:

"اردو میں کچھ ایسے الفاظ ہیں جو تذکیر و تانیث دونوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں، انھیں مشترک الفاظ کہتے ہیں۔ یہ الفاظ کبھی حقیقی طور پر سادہ (ترکی ضد) کا حوالہ دیتے ہیں اور کبھی قیاسی یا سماجی طور پر مونث کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔"(۱۱)

یہاں مشترک الفاظ سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کی تذکیر و تانیث میں اختلافِ رائے پایا جائے؛ مثلاً "ایجاد" کہیں مذکر اور کہیں مونث مستعمل ہے۔ رشید حسن خاں نے اسی مسئلے کو موضوع بنا کر تحقیق اور قواعد کی مدد سے تذکیر و تانیث کی گتھی سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ مشترک الفاظ کے حوالے سے دیگر اہم کتب میں فرہنگِ مشترک (ڈاکٹر گوہر نوشاہی) قابلِ ذکر ہے، جسے مقتدرہ قومی زبان نے ۱۹۹۷ء میں شائع کیا۔ نیز اردو و پشتو کے مشترک الفاظ پر پروفیسر پریشان خٹک کی کتاب، اردو و ترکی کے مشترک الفاظ پر دل خٹک کی کتاب اور اردو و سندھی کے مشترک الفاظ پر اکبر حسین اکبر کی کاوش بھی اس موضوع میں دل چسپی پیدا کرتی ہے۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

رشید حسن خاں کے نزدیک تذکیر و تانیث میں اختلاف کی ایک بڑی وجہ دہلی اور لکھنؤ کے دبستانوں کا مزاج ہے۔ بعض اوقات ایک ہی دبستان کے افراد بھی ایک ہی لفظ کو اپنی فہم و روایت کے مطابق مختلف طور پر برتتے ہیں۔ مزید یہ کہ کسی استاد کی نظم و نثر میں املا یا استعمال کی غلطی، یا کسی فرہنگ میں بغیر تحقیق کے اندراج، رفتہ رفتہ سند بن جاتا ہے؛ یوں ایک غلط اندراج لفظ کو مذکر سے مونث یا مونث سے مذکر بنا دیتا ہے۔ رشید حسن خاں نے چند الفاظ کو شاملِ مضمون کر کے اسی نوعیت کی غلطیوں کی نشان دہی اور ازالے کی کوشش کی ہے؛ مثلاً: آب، صاد، آلاپ، ایجاد، آغوش، املا۔ وہ ان اساتذہ کو بھی نشان زد کرتے ہیں جنہوں نے غلطی کو بلا تحقیق قبول کر کے آگے بڑھایا۔

موضوع "لغت اور استعمالِ عام" لکھنے کا محرک رشید حسن خاں کی محققانہ طبیعت کے زیرِ اثر پیدا ہونے والی وہ خواہش ہے جس کا اظہار وہ یوں کرتے ہیں:

> "اشتقاق، تلفظ، معنی اور املا کے لحاظ سے عربی و فارسی لفظوں میں بہت سی تبدیلیاں ہوئی ہیں اور یہ ضروری ہے کہ ایسے سب تغیرات کا جائزہ لیا جائے اور ان کو بخوشی قبول کیا جائے۔ اس مضمون میں اختصار کے ساتھ صرف تلفظ کے تغیرات پر گفتگو کی جائے گی اور اس کا مقصد یہ ہو گا کہ اس اہم موضوع کی طرف باضابطہ توجہ کو منعطف کرایا جائے۔ اردو میں اب اگر کوئی مفصل لغت مرتب ہو (ہونا چاہیے) تو اس میں ایسے تغیرات کی نشاندہی لازم ہو گی اور ضروری ہو گا کہ ایسے لفظوں میں تلفظ کے تغیرات کی نشان دہی کے ساتھ ساتھ اردو کے تلفظ کو اب معیاری حیثیت دی جائے۔"(۱۲)

رشید حسن خاں اسی نکتے کو آگے بڑھاتے ہوئے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ عربی اور فارسی کے وہ الفاظ جن میں اعراب کی تبدیلی واقع ہو چکی ہے، ان کی باقاعدہ فہرست مرتب کی جانی چاہیے اور ہر لفظ میں تبدیلیِ حرکات کی صراحت کی جائے، کیوں کہ لغت میں املا کے بعد تلفظ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ وہ پہلے سے مرتب شدہ لغات کو قطعی سند کا درجہ دینے کے قائل نہیں۔ یہی سبب ہے کہ زبان اور قواعد جیسے وسیع موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے وہ بارہا اس امر پر زور دیتے ہیں کہ اردو کو ایک جامع لغت کی شدید ضرورت ہے—ایسی لغت جس میں شامل ہر لفظ تحقیق کی راہداریوں سے گزر کر ہر پہلو سے مستند ٹھہرے۔

رشید حسن خاں محض خواہش کے اظہار پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ سمت نمائی بھی کرتے ہیں۔ وہ اعراب اور لفظ کی حرکات کا تعین کرتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ ان حرکات کا شعری اوزان سے گہرا تعلق ہے۔ یوں اعراب اور تلفظ کے باہمی رشتے کی اساس اور شناخت کو سمجھنا لازم قرار دیتے ہیں۔ بات کو سمیٹتے ہوئے مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ پرانی لغات میں جس عدمِ اہتمام کا ذکر وہ بار بار کرتے ہیں، وہ بالکل حق بجانب ہے۔ ان کا یہ موقف محض زبانی دعویٰ نہیں بلکہ ان کا تحقیقی جوہر، مضبوط دلائل کے ساتھ، اس بات کو منواتا دکھائی دیتا ہے۔ اختتام سے قبل ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

خباثت عربی میں خ پر زبر کے ساتھ آتا ہے (المجد)، جب کہ اردو میں رائج تلفظ میں خ پر کسرہ بھی مستعمل ہے۔ دونوں حرکات کا لغت میں اندراج ہونا چاہیے ـــ اس صراحت کے ساتھ کہ اردو میں عام طور پر کسرۂ اوّل مستعمل ہے۔ آصفیہ اور نور دونوں میں یہ لفظ درج ہے؛ آصفیہ میں حرکات کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں، البتہ نور میں قوسین کے اندر فتحۂ اوّل بھی درج ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خ پر پیش کی کتابت غالباً غلطی ہے۔ دل چسپ امر یہ ہے کہ دونوں لغات میں یہ غلطی پائی جاتی ہے۔

لفظ "ملائی" روزمرہ میں اس قدر رائج ہو چکا ہے کہ کم ہی کسی نے اس کی ابتدا اور ارتقا پر غور کیا۔ رشید حسن خاں کا مضمون پڑھنے سے قبل اس لفظ کے بارے میں زاویۂ فکر تبدیل نہیں ہوتا۔ اس موضوع کی ابتداوہ مولانا محمد حسین آزاد کی کتاب آبِ حیات کے مقدمے میں درج اس دعوے سے کرتے ہیں کہ بالائی نواب سعادت علی خاں کی ایجاد ہے۔ "ملائی" کے بجائے "بالائی" رکھنے کے اس دعوے نے رشید حسن خاں کی محققانہ طبیعت کو متحرک کیا۔ چناں چہ وہ ملائی سے بالائی کی منتقلی ـــ یعنی شناخت کے ارتقائی زمانے ـــ کے حقائق کی تلاش میں جُت گئے اور یوں یہ مضمون وجود میں آیا۔

انھوں نے فرہنگِ جہانگیری (فارسی کی معروف لغت) کی چھان بین کی، عرشی کے مکتوبات دیکھے، لغتِ موید الفضلا، غیاث اللغات، سراج اللغات اور لغتِ چراغِ ہدایت تک میں "ملائی" کے شواہد تلاش کیے۔ "بالائی" کا سراغ دہلی کالج میگزین کے میر نمبر (۱۹۴۶ء) میں ملا، جس پر وہ متعجب ہوئے۔ آگے چل کر وہ دہلی اور لکھنؤ کے دبستانوں کا تقابل پیش کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اہلِ دہلی نے "بالائی" کو ناپسند کیا، جب کہ اسے اہلِ لکھنؤ کی ایجاد گردانا؛ اس کے برعکس قدیم لفظ "ملائی" کو فصیح سمجھا گیا۔ یوں اہلِ دہلی کے نزدیک "ملائی" اور اہلِ لکھنؤ کے نزدیک "بالائی" فصیح ٹھہری۔ اختتام پر رشید حسن خاں فیصلہ یوں سناتے ہیں:

> "یہ مان لینا چاہیے کہ یہ دونوں لفظ پہلے بھی صحیح تھے اور اب بھی فصیح ہیں۔ جو صاحب چاہیں "بالائی" کہیں، جس کا جی چاہے "ملائی" کہے۔ گفتگو اور تحریر میں بعض مقامات ایسے بھی آسکتے ہیں جہاں محض حسنِ بیان کے لحاظ سے یہ طے کرنا پڑے گا کہ ان میں سے کون سا لفظ برتا جائے اور ایسے مواقع پر دہلی۔لکھنؤ کا اختلاف خود بخود درمیان سے اٹھ جائے گا۔"(۱۳)

روزنامہ دنیا میں شائع ہونے والے ایک مضمون "زبانوں میں دخیل الفاظ کی اصطلاحات" میں امجد محمود چشتی نے اختصار کے ساتھ ان اصطلاحات کا ذکر کیا ہے:

> "جو اہلِ زبان و ادب نے دوسری زبانوں سے آنے والے الفاظ کی ہیئت اور معنی کے اعتبار سے وضع کی ہیں؛ مثلاً : معرب الفاظ، مُغرس، مورد، محرب اور مہند الفاظ۔ "مہند" کی تعریف یوں کی گئی ہے: کسی زبان کے لفظ کو لفظی یا معنوی تصرف دے کر ہندی بنا لیا جائے تو اسے مہند کہا جاتا

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

ہے؛ ہندی بنائے گئے لفظ کو تہنید کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر رپورٹ کو کورپٹ، لاڈ کو لاٹھ اور جاروب کو جھاڑو کہا گیا۔"(۱۴)

ترکیبِ مہند سے مراد وہ مرکبات ہیں جن کا ایک جز عربی یا فارسی اور دوسرا جز کسی اور زبان سے تعلق رکھتا ہو؛ جیسے: شمع و پروانہ، لطف و نظارہ، پان دان، مچھر دانی، کھدر پوش وغیرہ۔ اسی طرح ہندوستانی لوہے سے بنی معیاری تلوار کو بھی مہند کہا جاتا ہے۔"(۱۵)

اس موضوع پر کوئی جامع اور قابلِ ذکر کتاب کم نظر آتی ہے؛ اس لیے صحتِ الفاظ کا مضمون "ترکیبِ مہند" کے مباحث کی ایک اہم کڑی قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ مضمون تین فصلوں پر مشتمل ہے:

۱۔ لفظ مہند اور ترکیبِ مہند کے معنی و مفہوم

۲۔ فارسی-اردو مرکبات سے متعلق مسائل

۳۔ اردو میں مہند ترکیبوں کے اہم قواعد

تعریف کے مطابق: مرکب کا ایک جز عربی یا فارسی (یا ترکی) سے اور دوسرا جز کسی اور زبان سے تعلق رکھتا ہو تو وہ ترکیبِ مہند کہلاتی ہے۔ رشید حسن خاں "تہنید" کی تشریح نوراللغات کے حوالے سے کرتے ہیں (اگرچہ ۲۰۰۶ء کے ایڈیشن میں یہ لفظ موجود نہیں تھا)۔ ہندی، اردو اور عربی میں مہند، تہنید، تارید جیسے مختلف اصطلاحی نام ملتے ہیں— جن کا تعلق الفاظ کے بدلنے اور بننے کے عمل سے ہے۔

مختصراً، اس مضمون میں رشید حسن خاں نے ترکیبِ مہند پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور مثالوں کے ذریعے واضح کیا ہے کہ قواعد زبان کے ساتھ بدلتے ہیں۔ کہیں عطف اور اضافت کے قواعد غالب آتے ہیں، کہیں اضافی اور توصیفی مرکبات۔ ممکن ہے جو ترکیب نثر میں مناسب ہو، وہ نظم میں بھلی نہ لگے۔ انھوں نے غیر عطفی و اضافی مرکبات، اضافی و مضافی مرکبات— سب کے ضمن میں مہند ترکیبوں کو مثالوں کے ساتھ واضح کیا ہے؛ مثلاً: ڈاک خانہ، امام باڑہ، جیل خانہ، کسان سبھا، قواعد کمیٹی، چھاپہ خانہ، فرش چاندنی وغیرہ۔ غرض، رشید حسن خاں نے ایسے متعدد الفاظ ضبطِ تحریر میں لائے ہیں جو تغیراتِ حرکات کی نشان دہی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر وہ لکھتے ہیں:

> "بُشارت— اصل میں "ب" پر پیش اور "ش" پر زیر ہے؛ اردو میں صرف بہ فتحِ اوّل استعمال ہوتا ہے۔ آصفیہ میں "بَشارت" لکھا ہوا ہے۔ مؤلف نے مزید لکھا ہے کہ بول چال میں یہ فتحِ اوّل اور پیش یا بہ سر "برات" جیسے اندراجات خلطِ معنی پیدا کرتے ہیں۔ اردو میں "بُشارت" لکھنے کا مطلق جواز نہیں؛ صحیح صورت "بَشارت" ہی ہے اور لفظ کو اسی طرح ماننا چاہیے۔"(۱۶)

یہ مضمون اردو زبان میں اعلانِ نون اور اخفائے نون کے درست استعمال سے متعلق ہے۔ قواعد کی روشنی میں یہ سوال نہایت اہم ہے کہ جب الف، واؤ یا یا میں سے کوئی حرف ساکن ہو تو کیا قاعدہ اختیار کیا جائے؟ آیا لفظ کو اعلانِ نون کے ساتھ لکھا جائے یا اخفائے نون کے تحت؟ اس موضوع پر رشید حسن خاں کی بحث نہایت دل چسپ، بامعنی اور پُر مغز ہے۔ خصوصاً شاعری میں اعلانِ نون اور اخفائے نون کی

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

بحث صوتی تجربے سے وابستہ ہو جاتی ہے؛ یعنی یہ دیکھا جاتا ہے کہ آواز کا اثر خوش گوار ہے یا نہیں۔ اس کے برعکس نثر میں متن کی قرأت عموماً اعلانِ نون کے ساتھ ہی کی جاتی ہے۔ اگر زبردستی قواعد کی پابندی کرتے ہوئے اخفائے نون کے ساتھ نثر پڑھی جائے تو وہ سماعت پر خوش گوار محسوس نہیں ہوتی۔ رشید حسن خاں بطور مثال اس شعر کو پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دعویٰ فضل و برات اس کو زیبا ہے یہاں
جو کوئی تلمیذِ الرحمٰن تم میں ہو میرے سوا (۱۷)

اس شعر میں تلمیذ الرحمٰن زبان سے ادا تو ہو جاتا ہے، مگر پوری طرح جمتا نہیں، اجنبی سا لگتا ہے، حالاں کہ قاعدے کی رو سے یہ بالکل درست ہے۔ (۱۸)

حاصلِ مضمون یہ ہے کہ رشید حسن خاں ماضی کے انشاپردازوں کے قائم کردہ قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے اعلانِ نون اور اخفائے نون کی بحث کو اس نکتے پر سمیٹتے ہیں کہ اصل معاملہ محلِ استعمال اور اندازِ استعمال کا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"گویا سارا کھیل محلِ استعمال اور اندازِ استعمال کا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ کوئی ترکیب کسی دوسری جگہ با اخفائے نون ناگوار معلوم ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شعر میں بندش ایسی ہو کہ اعلانِ نون ناگوارتر لگے۔"(۱۹)

مختاراتِ امیر مینائی

امیر مینائی کے ادبی قد و قامت کا اندازہ لگانے کے لیے ایک جامع اور خوب صورت جملہ اکثر نقل کیا جاتا ہے کہ وہ دبستانِ لکھنؤ کی خارجیت اور دبستانِ دہلی کی داخلیت کا حسین امتزاج رکھنے والے قادرالکلام شاعر تھے۔ وہ استاد مصحفیؔ اور امیر لکھنوی کے شاگرد تھے۔ ان کا اصل نام امیر احمد تھا اور وہ ۱۸۲۸ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ نواب واجد علی شاہ کے دو صاحب زادوں کے اتالیق مقرر ہوئے اور ماہانہ دو سو روپے وظیفہ پاتے تھے۔ ان کا پہلا مجموعۂ کلام غدر کے ہنگاموں میں ضائع ہو گیا۔ بعد ازاں رام پور میں یوسف علی خاں ناظم کی عنایت سے عدالتِ دیوانی کے رکن اور مفتیِ شرع مقرر ہوئے۔ بعد میں حیدر آباد پہنچے اور وہیں قیام کے دوران انتقال ہوا۔ مزاجاً متوکل، منکسر المزاج، خوددار اور دوست نواز تھے۔ حکیم عبدالحئی کے مطابق وہ مسلم الثبوت استاد تھے۔

امیر مینائی کو زبان کی حقیقت اور باریکیوں سے خاص شغف تھا۔ ان کی تصنیف سرمۂ بصیرت عربی و فارسی الفاظ کی نشاندہی پر مشتمل تقریباً تین سو صفحات کی کتاب ہے، جس میں اردو کے محاورات اور اصطلاحات کو مستند اشعار کے ذریعے واضح کیا گیا ہے۔ امیر اللغات کی دو جلدیں مکمل ہو سکیں، باقی نامکمل رہیں۔ اس کے علاوہ غیرتِ بہار، مرآت الغیب، گوہرِ انتخاب اور صنم خانۂ عشق جیسی کتب مرتب کیں، جب کہ محامدِ خاتم میں ان کا نعتیہ کلام شامل ہے۔ ان کے نام سے ہر وہ سنجیدہ قاری واقف ہے جو زبان سے محبت رکھتا ہے۔ رشید حسن

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

خاں نے بطور محقق زبان کی جو خدمت انجام دی اور تحقیق کے جو نتائج اخذ کیے، اس فکری سفر میں یہ وہ شخصیات ہیں جن کی تحریروں نے انھیں علمی، فکری اور تحقیقی زادِ راہ فراہم کیا۔

مختاراتِ امیر مینائی کے عنوان سے شائع ہونے والے مضمون میں رشید حسن خاں نے امیر مینائی کے خطوط سے استفادہ کرتے ہوئے زبان و قواعد کے نہایت پیچیدہ مسائل کو سمجھنے اور سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ مرزا محمد عسکری کی مرتب کردہ ادبی خطوطِ غالب سے متاثر ہو کر انھوں نے یہ اصول قائم کیا کہ اردو کے مشہور اساتذہ کے ادبی خطوط سے ایسے اقتباسات منتخب کیے جائیں جو کسی ادبی یا لسانی مسئلے کی نشان دہی کرتے ہوں، یا دیوان، کتاب، رسالے اور لغت کے بارے میں اساتذۂ اردو کی آراء کو یکجا کیا جائے۔ اس عہد میں خط و کتابت کے ذریعے شاگرد اساتذہ سے فیض حاصل کرتے تھے اور یوں شعر، زبان اور بیان کے قواعد سے متعلق سوال و جواب محفوظ ہو جاتے تھے۔ رشید حسن خاں نے امیر مینائی کے خطوط کو تحقیقی روشنی میں یکجا کیا اور ان پر توضیحی حواشی تحریر کیے۔ رشید حسن خاں کی وساطت سے امیر مینائی کا یہ علمی و ادبی تعارف ہمارے سامنے آتا ہے۔

> "امیر مینائی تلمیذِ اثیر اپنے زمانے کے معروف اور مستند استاد تھے۔ ان کی ولادت ۱۴ شعبان ۱۲۴۴ھ اور وفات ۸ جمادی الثانی ۱۳۱۸ھ ہے) سوانحِ امیر، مرتبہ قبیل مانک پوری)۔ اس زمانے میں شاید امیر اور داغ کے سوا کسی اور شاعر کو اتنے زیادہ شاگرد نصیب نہ ہوئے ہوں۔ ان کے خطوط اور سوانح کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وسیع الاخلاق انسان، شفیق استاد اور زبان و بیان کے نکات سمجھانے میں نہایت فراخ دل تھے۔"(۲۰)

اگلے صفحات میں رشید حسن خاں ان مآخذات کا تفصیلی ذکر کرتے ہیں جن سے رجوع کر کے انھوں نے یہ اہم مضمون قلم بند کیا۔ طوالت سے بچنے کے لیے یہاں ان مآخذات کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے جن میں امیر مینائی کے خطوط شامل ہیں:

1. مکاتیبِ امیر مینائی ـــ مولوی احسن اللہ خاں ثاقب؛ اردو ایڈیشن، دوسرا ایڈیشن ۱۹۲۳ء، مطبع ادبیہ، راٹوش روڈ، لکھنؤ؛ کل خطوط ۲۳۳، مع جامع مقدمہ۔
2. مرقعِ ادب ـــ صفدر مرزاپوری؛ امیر مینائی کے ۱۲۳ خطوط، دوسرے ایڈیشن میں ۱۰ خطوط۔
3. تیسرا نقوش ـــ ۱۴ خطوط شامل۔
4. سوانحِ امیر ـــ محمد ممتاز علی؛ سنِ اشاعت ۱۹۴۱ء؛ ۸ خطوط شامل۔
5. صہبائے مینائی ـــ ڈاکٹر آفتاب احمد صدیقی؛ یکم دسمبر ۱۹۵۸ء؛ کل ۸ خطوط۔
6. مشاطۂ سخن ـــ صفدر مرزاپوری۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

7. سوانح امیر مینائی ــــ جلیل مانک پوری، دار الشفا حیدر آباد سے ۱۳۴۷ء میں شائع ہوئی، اس میں کوئی خط تو موجود نہیں تاہم "سدا" کے متعلق رائے موجود ہے۔

8. ہماری زبان (رسالہ اصلاحِ سخن، لاہور)ــــ۳ خطوط شائع کیے گے۔

9. نقوشِ امیر ــــ۷ خطوط شامل ہیں، چند ثانوی ماخذات بھی رشید حسن خاں نے درج کیے۔

اس کے علاوہ چند ثانوی مآخذات بھی رشید حسن خاں نے درج کیے ہیں۔

یہ وہ تمام حوالہ جات ہیں جن کی روشنی میں رشید حسن خاں نے یہ پُر مغز مضمون تحریر کیا۔ الغرض، امیر مینائی کے خطوط میں جملوں کی بناوٹ، ترکیبیں، اوزان اور کتب و دواوین پر تبصرہ شاملِ مضمون ہے۔ اس تحقیقی مضمون میں زیادہ تر اقتباسات رشید حسن خاں نے امیر مینائی، مرتبہ ثاقب سے اخذ کیے ہیں، جب کہ حواشی میں انھوں نے اپنی آرا کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ ایک طرف امیر مینائی کے خطوط کے اقتباسات ہیں اور دوسری جانب انہی اقتباسات پر مبنی گہری تحقیق و تنقید کے حواشی۔ اس مضمون میں جن موضوعات کو قلم بند کیا گیا ہے، ان میں متروکات، تذکیر و تانیث، الفاظ، محاورات، تلمیحات، قواعد، عروض اور دیگر لسانی مباحث شامل ہیں۔ امیر مینائی کے خطوط میں قواعد کے موضوعات کی کثرت کی ایک ٹھوس وجہ یہ بھی ہے کہ وہ خود لغت مرتب کر رہے تھے، جو بعد میں امیر اللغات کے نام سے سامنے آئی۔ اس لغت کے بارے میں امیر مینائی اپنے خطوط میں یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ اس پائے کی لغت اردو میں اس سے پہلے موجود نہیں۔

بہر حال، امیر مینائی کے خطوط میں جہاں جہاں زبان، قواعد اور انشائی تراکیب کے مسائل زیرِ بحث آئے ہیں، رشید حسن خاں نے تحقیق کے دامن کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے نظم و نثر سے متعلق ان قواعد و تراکیب پر دیگر اساتذہ کی آراء بھی نقل کی ہیں۔ یہی سبب ہے کہ یہ مضمون جہاں زبان کی اصلاح اور ترقی کو اساتذۂ اردو کے نقطۂ نظر سے پیش کرتا ہے، وہیں شعر و نثر کے نمونے، ان پر اعتراضات اور دہلی و لکھنؤ دبستانوں کے نمائندہ علمی رویّے بھی ہمارے سامنے لاتا ہے۔

شیخ امداد علی بحر لکھنوی کے رسالے کا نام بحر البیان ہے۔ اردو زبان کی نوک پلک سنوارنے میں یہ رسالہ غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ اسے اس اعتبار سے بھی شہرت حاصل ہوئی کہ یہ اپنے مزاج کا پہلا اردو رسالہ سمجھا جاتا ہے۔ اس میں اردو کے مصادر جس انداز سے جمع کیے گئے ہیں، اس طرز کی مثال کسی لغت میں شاذ ہی ملتی ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ رسالے کی ترتیب حروفِ تہجی کے مطابق نہیں رکھی گئی، بلکہ ایک جداگانہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے جس میں عروضی ارکان کو ابواب کی صورت دی گئی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ بحر کا عروض پر گہرا عبور ہے۔

چوں کہ بحر، ناصح کے شاگرد تھے، اس لیے لکھنؤ دبستان کی آنکھوں سے اردو کے منظرنامے کو دیکھنے کا موقع بھی ملتا ہے۔ رشید حسن خاں کے اس مضمون میں شیخ امداد علی بحر کا تعارف اختصار کے ساتھ ملتا ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ شیخ امداد علی بحر لکھنوی، شیخ مراد علی بحر کے صاحبزادے تھے اور تاریخ کے استاد رہے۔ ایک زمانے میں دربارِ رام پور سے بھی وابستہ رہے۔ اسیر کے قطعے سے بحر کی تاریخِ وفات

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

معلوم ہوتی ہے کہ ۱۲۹۵ھ (۱۸۷۸ء) میں ان کا انتقال ہوا۔ انھوں نے پینسٹھ برس عمر پائی۔ بحر کا دیوان سید محمد خان رند نے ۱۳۵۲ھ میں مرتب کیا، جن کا تعلق آتش کے شاگردوں سے تھا اور اس دیوان کا نام ریاض البحر رکھا گیا۔ بحر نے واسُوخت، قصائد، اشعار اور غزلیات کہی ہیں، تاہم ان کی سب سے نمایاں پہچان رسالہ بحر البیان ہے، جس نے انھیں اردو ادب میں ممتاز مقام عطا کیا۔ اس رسالے کے دو حصے ہیں: پہلا حصہ قواعد و زبان سے متعلق ہے اور دوسرا حصہ اردو مصادر کے ساتھ بعض محاورات اور کنایات پر مشتمل ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب قواعدِ شاعری کے مباحث عروج پر تھے۔ چوں کہ دبستانِ لکھنؤ کی بیشتر پابندیاں اسی دور میں سامنے آئیں، اس لیے لسانی تاریخ کے محققین کے لیے یہ رسالہ نہایت اہم اور موزوں قرار پاتا ہے۔ اس میں مصادر، املا اور معنی کے متعدد موضوعات منتشر صورت میں موجود ہیں اور کوئی بھی لغت نویس لغت مرتب کرتے وقت اس رسالے سے صرفِ نظر نہیں کر سکتا۔ آخر میں رشید حسن خاں اس مضمون کا اختتام بحر البیان کے تعارف کے ضمن میں اس تجویز کے ساتھ کرتے ہیں کہ اس رسالے کا مطالعہ موضوع کے اعتبار سے کیا جانا چاہیے، نہ کہ محض زبان کے اعتبار سے۔ اگرچہ یہ رسالہ قدیم اردو میں لکھا گیا ہے، تاہم یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ امداد علی بحر اہلِ زبان کی حیثیت رکھتے تھے۔

مضمون کے اختتام پر موجِ اوّل، موجِ دوم (حروف کی تقسیم: نون، لام، ہا، واو، یا) اور موجِ سوم کے ابواب بیان کیے گئے ہیں، جن میں صیغے، ماضی (بیگانہ، مطلق، قریب الحال، استمرار)، استقبال، حال، مرکبات اور متعدد فصول شامل ہیں۔ اسی طرح مختلف ابواب—فاعلن، فعولن، مفاعلن، مفعولن، مستفعلن، فاعلاتن—اور کنایات کی تفصیل مثالوں کے ساتھ درج کی گئی ہے۔ کسی لفظ سے حروفِ علت (الف، واو، یا) کے گر جانے کو سقوطِ حروفِ علت کہا جاتا ہے۔ یہ ایک فطری لسانی عمل ہے جو عموماً تلفظ کو آسان بنانے یا الفاظ کو مخصوص صرفی و نحوی ساختوں میں ڈھالنے کے لیے وقوع پذیر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر لفظ* ی پڑھنا جب فعلِ ماضی میں تبدیل ہوتا ہے تو پڑھا بن جاتا ہے اور آخر سے الف ساقط ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کھانا سے کھایا اور لے جانا سے لے جاؤ بنتا ہے، جہاں حروفِ علت کا سقوط واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اس موضوع پر رشید حسن خاں نے جب قلم اٹھایا تو انھوں نے اساتذۂ اردو کی آراء کو نہ صرف پیش کیا بلکہ بعض مقامات پر اختلافِ رائے کرتے ہوئے اُن پابندیوں کی نشان دہی بھی کی جو ان کے نزدیک غیر ضروری تھیں۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

> "شعر میں حروفِ علت کا نمایاں ہونا اور گر جانا—دونوں صورتیں لازم ہیں اور اس لیے ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی جا سکتی کہ مثلاً عربی و فارسی لفظوں کے آخر سے پائے معروف کو گرانا غلط ہے۔ ہاں، سندھی الفاظ اس پابندی سے مستثنیٰ ہیں۔"(۲۱)

دبستانِ لکھنؤ کے بعض متاخرین اساتذہ نے اس نوع کی پابندیاں عائد کیں، لیکن بہت سے اساتذہ اور شعرا ان پابندیوں کو نبھا نہ سکے، کیوں کہ ان کا کوئی ٹھوس لسانی جواز موجود نہ تھا۔ رشید حسن خاں کے مطابق ان پابندیوں پر سختی سے عمل کرتے ہوئے فصاحتِ کلام متاثر ہوئی، جس کی مثالیں انھوں نے اساتذہ کے اشعار سے پیش کی ہیں۔ اساتذہ کے کلام کو بنیاد بنا کر رشید حسن خاں اس نتیجے تک پہنچتے ہیں کہ

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

سقوطِ حروفِ علت کے قواعد کہیں سماعت کے لیے خوش گوار صورت پیدا کرتے ہیں اور کہیں ناگوار—یعنی اس کا دار و مدار محلِ استعمال پر ہے۔ صاحبِ سخن کو خود یہ طے کرنا چاہیے کہ اظہار اور ابلاغ کے تقاضوں کے تحت کون سی صورت اختیار کی جائے، تاکہ مصرع کی روانی اور صوتی تاثیر برقرار رہے۔ اس ضمن میں انھوں نے متعدد مثالیں پیش کی ہیں جہاں اساتذہ نے قاعدے کی سخت پابندی کے بجائے سخن گوئی کی فصاحت کو ترجیح دی۔ بحث کو سمیٹتے ہوئے رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

> "بہت بڑے ذخیرے کے یہ صرف چند اجزا ہیں اور ان مثالوں ہی سے بہ خوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فارسی اور عربی الفاظ کے آخر سے یائے معروف بے تکلفی کے ساتھ ساقط ہوتی رہی ہے۔ جن لوگوں نے اس سقوط کو غلط بتایا، وہ خود بھی اس کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ حروفِ علت کا سقوط ایک ضروری لسانی عمل ہے اور اس پر زبانوں کی قید نہیں لگائی جا سکتی۔ اساتذہ کے ہاں مناسب اور غیر مناسب دونوں طرح کے سقوطِ حروفِ علت کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ الفاظ کے آخر سے حروفِ علت کا دینا یا نہ دینا "غلط" اور "صحیح" کے خانوں میں نہیں آتا، بلکہ اسے "مناسب" اور "غیر مناسب" کے نام سے موسوم ہونا چاہیے۔ اشعار میں گفتگو کے اسلوب اور لہجے کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ مکمل پابندی شاید ہی کسی چیز میں ممکن ہو، البتہ یہ مناسب اور ضروری ہے کہ اس پہلو کی طرف توجہ برقرار رکھی جائے۔"(۲۲)

رشید حسن خاں نے اس موقف کی تائید میں اساتذۂ اردو کے کلام سے وافر مثالیں پیش کی ہیں، جو اس بحث کو محض نظری نہیں بلکہ عملی اور صوتی سطح پر بھی مستحکم بناتی ہیں۔

مندرجہ بالا تجزیے سے واضح ہوتا ہے کہ رشید حسن خاں کی علمی عظمت محض "اصلاحِ زبان" کے روایتی تصور تک محدود نہیں، بلکہ ان کی تحقیق و تدوین ایک منہجی، دلیل پسند اور متن-مرکوز طرزِ فکر کی نمائندہ ہے۔ زبان اور قواعد کے مضامین میں انھوں نے صحتِ الفاظ، املا، تلفظ، لغت اور قواعد جیسے مسائل کو محض ذاتی رائے یا روایت کے سہارے نہیں چھوڑا، بلکہ مستند لغات کے تقابلی مطالعے، کلاسیکی متون کی شہادت، اساتذۂ ادب کے استعمال اور لسانی ساخت کی بنیاد پر بحث قائم کی۔ اسی لیے ان کے ہاں نہ سخت گیر "قواعد پرستی" غالب ہے اور نہ بے قید "استعمال پسندی"، بلکہ ایک ایسی اصولی درمیانی راہ سامنے آتی ہے جس میں معیار (Norm) اور استعمال (Usage) دونوں کو برابر علمی وزن ملتا ہے۔

یہ مطالعہ اس نتیجے تک پہنچتا ہے کہ رشید حسن خاں نے اردو کے لسانی مباحث میں تحقیق کی دیانت، حوالہ جاتی احتیاط اور استدلالی وضاحت کو معیار بنایا۔ ان کی تنقید ہمیں یہ سمجھاتی ہے کہ زبان کے بہت سے مباحث—خصوصاً دخیل الفاظ، اختلافِ حرکات، سقوطِ حروفِ علت، اعلان و اخفائے نون، تذکیر و تانیث اور "مشترک الفاظ"—کو "صحیح / غلط" کے دو خانوں میں قید کرنے کے بجائے "مناسب / غیر

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

مناسب "اور "سیاق / محلِ استعمال" کی روشنی میں دیکھنا زیادہ علمی ہے۔ اسی زاویے سے زبان اور قواعد نہ صرف لغت نویسی اور ادبی تدوین کے لیے ایک عملی رہنما متن ہے، بلکہ اردو معیار بندی (standardization) کے موجودہ مباحث میں بھی ایک پائیدار علمی فریم ورک فراہم کرتی ہے۔

بالآخر یہ کہا جاسکتا ہے کہ رشید حسن خاں کی کاوش اردو تحقیق و تدوین کے لیے ایک زندہ معیار ہے: ایسا معیار جو زبان کی تاریخ اور ساخت سے باخبر رہتے ہوئے، ادبی روایت کے مستند استعمال کو بنیاد بناتا ہے اور لسانی ارتقا کو فطری عمل سمجھ کر علمی ذمہ داری کے ساتھ اس کی سمت متعین کرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ زبان اور قواعد آج بھی اردو کے محقق، مدوّن اور لغت نویس کے لیے مرجعِ تحقیق کی حیثیت رکھتی ہے اور آئندہ بھی زبان کی معیار سازی، متن کی تدوین اور لغات کی تشکیل کے مباحث میں اس کی افادیت برقرار رہے گی۔

حوالہ جات

1. رشید حسن خاں، زبان اور قواعد، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۹ء، ص ۱۸
2. مختار احمد، مولانا سید، مولانا ذہین، قاموس الاغلاط، حیدر آباد دکن: مکتبہ ابراہیمہ، ۱۹۳۲ء، ص ۶
3. رشید حسن خاں، زبان اور قواعد، ص ۱۰
4. مختار احمد، مولانا سید، قاموس الاغلاط، ص ۱۴۳
5. رشید حسن خاں، زبان اور قواعد، ص ۴۷۔۴۸
6. مشمولہ: زبان و قواعد، ص ۴۸
7. مشمولہ: ایضاً
8. مختار احمد، مولانا سید، قاموس الاغلاط، ص ۵۸
9. رشید حسن خاں، زبان اور قواعد، ص ۶۹
10. https://islaminsight.org
11. https://ur.wikipedia.org/wiki/%D9%85%D8%B0%DA%A9%D8%B1_%D8%A7%D9%88%D8%B1_%D9%85%D9%88%D9%86%D8%AB?
12. رشید حسن خاں، زبان اور قواعد، ص ۱۹۰
13. ایضاً، ص ۲۴۰
14. امجد محمود چشتی، زبانوں میں دخیل الفاظ کی اصطلاحات، روزنامہ دنیا، ۳۱/اکتوبر ۲۰۲۴ء
15. رشید حسن خاں، زبان اور قواعد، ص ۲۴۲

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

16. ایضاً، ص۱۹۸۔۱۹۹
17. مشمولہ: زبان و قواعد، ص۲۹۰
18. ایضاً، ص۲۹۰
19. ایضاً، ص۲۹۱
20. ایضاً، ص۳۹۰
21. ایضاً، ص۲۲۱
22. ایضاً، ص۲۸۶۔۲۸۷